علامہ سیّد سلیمان ندویؒ اور ان کی علمی خدمات

پروفیسر سید مظہر حسین
پرنسپل: گورنمنٹ اسلامیہ آرٹس، کامرس کالج کراچی

Prof. Sayd Mazhar Hussain

ABSTRACT:

Allama Syed Suleiman Nadvi was born in 1884, at Patna, province of Behar- India. He started his primary education under the patronage of his father and brother, after that he gradually received educations from Maulana Mohiuddin, Madersah Imdadiyah and Darul-uloom Nadvah. Later he started article writings in the famous publications named "Maarif" and "Al-Hilal", thereafter he took part in the preparation of an excellent work "Seerat-un-Nabi_ S.A.W.S" by Allama Shibli Naumani.

Very soon, the writings of Allama Suleiman Nadvi received prompt attention of the eminent scholars like, Allama Dr. M. Iqbal, who admitted his work.

Allama Nadvi had also taken part in the independence moment of Sub-Continent. He innovatively adopted a new method of pen-works as ammunition against the notions of Non-Muslims being furnished by Arabic, English and Hebrew languages through which he had shown an illumination upon the questions against Islam.

In 1950 he migrated to Pakistan, but alas! He could survive more than a three years, and died. He was buried in the side of Allama Shabbir Ahmed Usmani's grave, in the premises of Islamia Science College, Karachi.

نام ونسب: سید سلیمان ندویؒ بروز جمعہ ۲۳ صفر ۱۳۰۲ھ بمطابق ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء میں ضلع پٹنہ کے ایک قصبہ دسنہ میں پیدا ہوئے۔ دسنہ صوبہ بہار میں واقع ہے۔ آپ کے والد کا نام حکیم سید ابوالحسن تھا آپ کے دادا حکیم محمدی نے آپ کا نام انیس الحسن اور کنیت ابونجیب رکھی۔ دادا نے تو اپنے پوتے کا نام انیس الحسن رکھا تھا، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ ایک ایسا نام چاہتی تھی جو اوج کمال کا ترجمان ہو، چنانچہ ایک ادنیٰ بہانے نے انیس الحسن کو سید سلیمان ندوی بنادیا۔ ہوا یوں کہ اسی زمانے میں ایک رنگونی تاجر سلیمان ناخدا (جس نے کلکتہ کی مشہور مسجد ناخدا تعمیر کروائی تھی) کا ایک تجارتی جہاز خلیج بنگال میں داخل ہوا، اس کی آمد سے مشرقی ہندوستان میں ایک دھوم مچ گئی، گھر گھر ہر ایک زبان پر سلیمان کا نام آنے لگا۔ حکیم محمدی کے گھر میں بھی اس کا چرچا ہوا، گھر والوں نے محبت سے ابونجیب کو پکارا ہمارا سلیمان تو یہ ہے، ایک دن اس کا شہرہ بھی گھر گھر ہوجائے گا اور پھر غیر شعوری طور پر انیس الحسن اور ابونجیب کے الفاظ ذہنوں سے محو ہوگئے اور سلیمان باقی رہا، مقبول ہوا اور شہرت پاگیا۔ انیس الحسن جب شعور کو پہنچے تو انہوں نے اپنا نام سید سلیمان ہی لکھا۔ (۱)

۱۸۵۷ء سے ۱۸۸۶ء کے درمیان پانچ سلیمان افق عالم پر جلوہ افروز تھے۔ ان میں قاضی سلیمان منصور پوری مصنف "رحمت للعالمین" مولانا سلیمان اشرف بہاری سابق صدر شعبہ دینیات علی گڑھ یونیورسٹی، سر شاہ سلیمان، وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی، مشہور عالم، واعظ اور صوفی حضرت شاہ سلیمان پھلواروی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ عمر کے تفاوت کے باوجود ایک ہی وقت میں شخصیات کے اجتماع سے امتیاز وتعارف خلط ملط ہوکر رہ گئی تھی۔ ایک کا اسم گرامی سن کر دوسرے کی شخصیت کا ذہن میں آجانا بعید نہ تھا، چنانچہ سید سلیمان نے اپنے نام کے ساتھ دسنوی لکھنا شروع کردیا تھا۔ ابتداء میں جو مضامین معارف میں چھپے ہیں، ان میں سید سلیمان دسنوی لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ خاکی نسبت نہ تو سلیمان وقت کو زیب دیتی تھی نہ چل سکی۔ قدرت نے جلد اس کو علمی نسبت سے بدل دیا اور آپ دسنوی کے بجائے ندوی لکھنے لگے اور آج افق عالم پر کہکشاں بن

کر سید سلیمان ندوی کی حیثیت سے جگمگا رہے ہیں۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے بڑے بھائی مولانا حبیب اور اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ ۱۸۹۹ء میں مولانا محی الدین سجادہ نشین خانقاہ پھلواروی شریف پٹنہ سے کچھ کتابوں کا درس لیا، لیکن خانقاہ کے رسوم اور ہفتہ وار قوالی وغیرہ سے بالکل مجتنب رہے۔

پھلواری کے بعد مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں داخل کرا دیئے گئے۔ مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں ایک سال قیام کے بعد ۱۹۰۱ء میں سید سلیمان ندویؒ ذہن وفکر کی آخری تربیت گاہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل کروائے گئے جہاں پانچ سال رہ کر ۱۹۰۶ء میں سند فراغ حاصل کی۔ یہاں آپ کو اعلیٰ درجہ کے اسکالرز مثلاً مولانا فاروق چڑیا کوئی، سید محمد علی مونگیری، مولانا حفیظ اللہ اور علامہ شبلی نعمانیؒ جیسے علماء سے اکتساب فیض کے مواقع میسر آئے۔

شاعری کا آغاز: ایک بار دارالعلوم ندوہ میں نواب محسن الملک تشریف لائے تو سید صاحب نے ان کی شان میں عربی زبان میں ایک قصیدہ پڑھا جسے بہت پسند کیا گیا۔ اسی طرح ۱۹۰۴ء میں آپ نے علامہ شبلی نعمانی کی شان میں ایک فارسی قصیدہ لکھا، جس پر مولانا نے آپ کو اپنی تربیت میں لے لیا۔ سید صاحب نے سب سے زیادہ علامہ شبلی نعمانیؒ سے فیض حاصل کیا اور شاگرد خاص ہونے کا شرف حاصل کیا۔(۲)

تصنیف وخطبات: علامہ شبلی نعمانیؒ کے پاس ہر ماہ عربی کے جو رسائل آیا کرتے تھے، سید صاحب کو ان کے مطالعہ کا موقع ملا اور جب ۱۹۰۴ء میں ندوۃ العلماء نے اپنا پرچہ الندوہ جاری کیا تو پہلے پہل سید صاحب اس سے سرسری طور پر وابستہ ہوئے اور پھر ۱۹۰۶ء میں آپ کو اس پرچے کی سرپرستی کا فرض سنبھالنا پڑا۔

۱۹۰۶ء میں آپ کی دستار بندی کی گئی، اس موقع پر آپ نے نہایت شستہ اور فصیح و بلیغ برجستہ تقریر عربی زبان میں کی جس پر استاذ محترم علامہ شبلی نعمانیؒ کا خوشی کے باعث یہ حال تھا کہ اپنی نشست سے اٹھ کر اپنے سر کا عمامہ اتار کر اپنے گوہر نایاب شاگرد کے سر پر باندھ دیا۔ علامہ شبلی

نعمانیؒ نے اپنے مایہ ناز شاگرد کے کرشمہ علمی ولسانی کی اطلاع مولانا حبیب خان شیروانی مرحوم کو جن الفاظ میں فرمائی تھی، اس سے آپ کی مسرتوں کی انتہاء ظاہر ہوتی ہے۔

> سلیمان کی طرف سے درخواست کی گئی کہ فی البدیہہ جو مضمون مجھ کو بتایا جاوے میں اسی وقت عربی زبان میں اس پر لکچر دوں گا۔غلام الثقلین نے ایک مضمون دیا اور بغیر ذرا سی دیر کئے سلیمان نے نہایت مسلسل فصیح اور بلیغ عربی میں تقریر شروع کی، تمام جلسہ محو حیرت تھا اور آخر لوگوں نے نعرہ ہائے آفریں کے ساتھ خود کہا بس اب حد ہوگئی۔(۳)

درس وتدریس: ۱۹۰۸ء میں جب آپ کی عمر ۲۴ اور ۲۵ سال کے قریب ہوگی، آپ دارالعلوم ندوہ میں ہی علم الکلام اور جدید عربی ادب کے استاذ مقرر ہوئے، آپ نے درس و تدریس کے دوران محسوس کیا کہ عربی میں چند ایک بنیادی کتابوں کی شدید ضرورت ہے لہٰذا آپ نے دو عربی کتابیں دروس الادب اور لغات الجدید تالیف فرمائیں۔

ان کتابوں کو اس دور میں بھی پسند کیا گیا اور آج بھی ان کی اہمیت برقرار ہے۔ندوہ سے ہٹ کر بھی آپ کا تدریسی شغل برابر جاری رہا اور اعلیٰ استعداد کے طلبہ نے مختلف علوم وفنون میں آپ سے ماہرانہ تعلیم حاصل کی مثلاً تفسیر وعلوم قرآن میں مولانا محمد اویس بلگرامی (استاد تفسیر ندوۃ العلماء) نے۔فلسفہ وکلام میں مولانا محمد ابوالعرفان خان (استاذ معقولات ندوۃ) نے۔عربی ادب وفلسفہ میں مولانا مسعود عالم مرحوم اور مولانا محمد ناظم ندوی (شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور) نے۔ تاریخ وادب میں مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی (مدیر معارف) وغیرہ شامل ہیں۔مولانا مسعود عالم ندوی سلیمان نمبر معارف میں لکھتے ہیں کہ:

> دسمبر ۱۹۳۳ء جنوری ۱۹۳۴ء میں دارالمصنفین میں بھی حاضری ہوئی تھی، باضابطہ شاگردی کا موقع بھی نصیب ہوا۔محمد ناظم صاحب اور ابواللیث صاحب بھی ساتھ تھے، ہم تینوں قرآن مجید اور حجۃ اللہ البالغہ کا درس

لیتے۔ ان ہی مولانا مسعود عالم ندوی کا بیان تھا کہ نامور شاگردوں کی جو تعداد اس دور میں حضرت علامہ کے حصہ میں آئی ہے وہ ان کے ہمعصر مشاہیر علماء میں کسی کو نصیب ہی نہیں ہوئی۔ ۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۲ء کی مدت میں تین مرتبہ وقفہ وقفہ سے آپ ''رسالہ ندوۃ'' کے اس شان سے مدیر رہے کہ مولانا دریا آبادی لکھتے ہیں کہ: نگاہیں جس شوق اور بیتابی سے مولانا شبلیؒ کی تحریروں کی منتظر رہتی تھیں اتنا ہی کم اشتیاق حضرت سلیمان کے علمی افادات کا رہتا تھا۔ (۴)

تصنیف وتالیف کا آغاز: اس دوران سید سلیمان ندوی نے جدید وقدیم، عقلی و نقلی علوم وفنون پر ایسے بلند پایہ مضامین لکھے کہ جدید وقدیم دماغوں پر آپ کی دھاک بیٹھ گئی۔ اشتراکیت اور اسلام، علم ہیئت اور مسلمان، اسلامی رصد خانے، مسئلہ ارتقاء، برناباس کی انجیل، مکررات قران، طبقات ابن سعد کا تعارف، قیامت، ایمان بالغیب وغیرہ جیسے معرکتہ الاراء مضامین شائع ہوئے۔

۱۹۱۳ء میں ملکی سیاست میں اتحاد اسلامی کا جوش اٹھا تو مولانا شبلی نعمانی کی ایماء سے مولانا ابوالکلام آزاد کے پرچہ الہلال سے منسلک ہوگئے۔ آپ کی شمولیت سے ہلال بدر کامل بن گیا۔ ہلال کے وہ مضامین جو سلیمانی قلم کی یادگار ہیں۔ مضامین سید سلیمان کے نام سے آپ کی زندگی میں ہی صوبہ بہار کے ایک قدر شناس نے شائع کروائے یہ سب وہ مضامین ہیں، جن پر الہلال کی عظمت قائم تھی، مثلاً الحریت فی الاسلام، تذکارِ نزول قرآن، حبشہ کی تاریخ کا ایک ورق، قصص بنی اسرائیل اور مشہد اکبر وغیرہ۔

الہلال کو الوداع کہہ کر آپ لکھنو میں علامہ شبلیؒ کے دفتر میں تشریف لے آئے لیکن قدرت نے ۱۹۱۳ء ہی کے آخر میں بمبئی یونیورسٹی کے نامی گرامی دکن کالج پونہ میں پہنچادیا اس کی تفصیل آپ خود اپنی زبان سے بیان فرماتے ہیں۔

انگریزی عہد میں کسی کی طلب درخواست کے بغیر کسی سرکاری نوکری پانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا مگر میرے ساتھ یوں ہوا۔ میں انہی دنوں لکھنو میں مقیم تھا کہ مجھے بمبئی گورنمنٹ کے محکمہ تعلیم کا سرکاری لفافہ موصول ہوا کہ دکن کالج پونہ میں السنہ شرقیہ کا اسسٹنٹ پروفیسر مقرر کیا گیا ہے۔ میں سمجھا کہ میرے پتہ پر غلط مراسلہ آ گیا ہے کیونکہ میں نے تو اس کی درخواست بھی نہیں دی تھی۔ میں اسی حیص بیص میں تھا کہ اس مراسلہ کو کیا کروں کہ شام کی حاضری میں مولانا شبلیؒ سے اس واقعہ کو بیان کیا، فرمایا کہ مراسلہ آ گیا، اچھا ہوا، پروفیسر عبدالقادر کو شکریہ کا خط لکھو اور پونہ روانہ ہو جاو۔ میں نے کچھ معذرت کرنی چاہی مگر ان کی خوشی اسی میں پائی اور شیخ صاحب کے پاس پونہ روانہ ہوگیا اور ڈھائی تین سال کے قریب ان کے ساتھ رہا۔(۵)

یہیں پونہ میں آپ نے ایک یہودی عالم سے عبرانی زبان اس نیت سے سیکھ لی کہ عربی الفاظ کے عبرانی مأخذ پر عبور حاصل ہو جائے۔(٦)

۸ نومبر ۱۹۱۴ء میں علامہ شبلی نعمانی اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔(۷) اب مسند شبلیؒ خالی تھی، کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو اسکا جانشین قرار دے آخر کار تمام وابستگان شبلی نے مل کر سید سلیمان ندوی کے سر پر استاذ مرحوم کی جانشینی کا تاج رکھا اور سید الطائفہ کا لقب عطاء کر کے اس مسند پر بٹھا دیا۔ یاد رہے زمانہ طالبعلمی ہی میں استاذ محترم نے لائق وفائق شاگرد کے سر پر اپنا تاج رکھ دیا تھا۔

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی زندگی میں دارالمصنفین کا ایک خاکہ تیار کیا تھا۔ سید الطائفہ نے ان تھک محنت اور کوششوں سے اس کی بنیاد ڈالی اور اپنے قلب و دماغ کی ساری صلاحیتیں اس میں لگا دیں اور چند برسوں میں اسے اس مقام پر پہنچا دیا کہ ۱۹۲۲ء کی علمی دنیا میں اس کا مقام بالکل منفرد تھا، مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم نے اپنے ایک مضمون میں عالم اسلام کے علمی اداروں کا

جائزہ لیتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ اس دور میں ایک علمی اکیڈمی بھی دارالمصنفین کی ہمسر نہیں، الندوہ اور الہلال سے وابستگی کے باعث سید سلیمان ندوی ہندوستان کے مسلمانوں کے سیاسی حالات سے بخوبی باخبر ہو چکے تھے، اس کے ساتھ بیسویں صدی کے آغاز ہی سے عالمی اور ملکی سیاست میں جو تبدیلیاں آنے لگی تھیں، سید سلیمان ندوی کو اس کا ادراک تھا۔ اس دور میں علامہ شبلی نعمانی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان، اور علامہ اقبال نے اپنے اہم مضامین، زور خطابت اور شاعری کے لطف و پر اثر انداز میں مسلمانوں کے عالم اسلام سے تعلق اور ہمدردیوں کے جذبات کو متحرک کر دیا تھا۔ سید سلیمان ندوی بھی اپنے درس و تدریس اور مواعظ میں ان امور پر اظہار خیال کرتے رہتے تھے۔

سیاسی خدمات: آپ کی ملی اور سیاسی خدمات پر اس مضمون میں مختصراً ہی روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔

۱۔ ۱۹۱۷ء میں اجلاس مجلس علمائے بنگالہ (منعقدہ کلکتہ) کی صدارت فرمائی اور باوجود حکومت کے جبر و تشدد کے ایک ایسا جرأت آموز خطبہ ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے ذہن سے انگریز کی مرعوبیت اٹھ گئی۔

۲۔ فروری ۱۹۲۰ء میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے اصرار پر وفد خلافت میں شامل ہوکر یورپ تشریف لے گئے اور نمائندگی کا حق ادا فرمایا۔ اس موقع پر علامہ اقبال نے آپ کو تحریر فرمایا کہ: ''مع الخیر مبارک آپ نے بڑا کام کیا ہے جس کا صلہ قوم کی طرف سے شکر گزاری کی صورت میں عطاء ہوگا۔'' (۸)

۳۔ ۱۹۲۳ء میں صوبہ بہار میں خلافت کانفرنس کی صدارت فرمائی۔

۴۔ ۱۹۲۴ء میں جب شریف مکہ شریف حسین اور شاہ ابن سعود کے درمیان جنگ چھڑی تو دونوں نے جھگڑے کے تصفیہ کے لئے خلافت کمیٹی سے مدد طلب کی لہٰذا سید سلیمان ندوی کی سربراہی میں وفد ۱۹۲۶ء میں حجاز پہنچا۔ آپ نے دو ماہ تک تحریر و

تقریر کے ذریعے مصالحت کی کوشش کی مگر نتیجہ خیز نہ ہو سکی، آپ نے اس موقع پر برملا کہا کہ: ''سرزمین عرب میں صحیح معنوں میں جمہوری نظام نافذ کیا جانا چاہیے'' آپ نے یہاں سے مصر کا رخ کیا وہاں کے اکابر علماء کے سامنے اپنی تجویز پیش کی، شیخ الازہر نے ان تجاویز سے اتفاق کیا اور یہ ایسی کامیابی تھی کہ عالم اسلام کے تمام اخباروں نے اس خبر کو نمایاں کر کے شائع کیا۔

۵۔ مارچ ۱۹۲۶ء میں جمعیۃ العلماء ہند کا اہم اجلاس کلکتہ میں ہوا تھا اس کی صدارت کا شرف بھی آپ کے حصہ میں آیا۔ جبکہ اس کے شرکا میں استاذ العلماء مولانا محمد انور شاہ کشمیری بھی شریک تھے۔ اس اجلاس میں آپ نے جو خطبہ صدارت ارشاد فرمایا وہ مسلمانوں کی سیاست میں یادگار سمجھا جاتا ہے۔

۶۔ ۱۹۲۶ء میں سلطان ابن سعود نے مسئلہ حجاز کے سلسلہ میں ایک موتمر عالم اسلامی طلب کی تھی، ترکی، افغانستان، مصر اور یمن سب ہی نے اس میں شرکت کی، ہندوستانی وفد کی قیادت آپ نے ہی کی، اس وفد میں مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی بھی شریک تھے۔ اس اجلاس میں مفتی اعظم فلسطین اور آپ کو نائبین صدر منتخب کیا گیا، بقول مولانا مسعود عالم ندوی:

شریف شرف عدنان تو اپنی خاندانی سیادت و وجاہت کی بناء پر صدر موتمر منتخب ہوئے تھے لیکن نائبین صدر کا انتخاب صلاحیت و ہر دلعزیزی کی بناء پر ہوا تھا۔

۷۔ اسی سال خلافت کمیٹی کے اجلاس خصوصی منعقدہ دہلی کی صدارت فرمائی۔

۸۔ ۱۹۲۷ء میں انجمن حمایت الاسلام لاہور کی دعوت پر عہد رسالت میں اشاعت اسلام کے عنوان پر تقریر فرمائی اس اجلاس میں اور ارباب علم کے علاوہ ڈاکٹر اقبال مرحوم بھی شریک تھے۔

۹۔ ۱۹۲۸ء اور ۱۹۲۹ء میں ساردا ایکٹ (نابالغوں کی شادی پر امتناع) کے سلسلے میں

مسلمانوں میں سخت ہیجان پیدا ہوا، انہوں نے اس کی مخالفت بھی کی لیکن بعض مسلمان قانون دانوں نے فقہ اسلامی میں تحریف کر کے اس قانون کی حمایت کی کوشش کی اور حضرت عائشہؓ کے نابالغی میں نکاح کی بھی تردید کردی۔ آپ نے معارف میں نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر پر ایک محققانہ مضمون لکھا اور اس انداز میں پیش کیا کہ باطل سرنگوں ہوگیا۔ آپ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ نابالغوں کا نکاح تو شرعاً جائز ہے، مگر اس وقت مستحسن نہیں۔

۱۰۔ سوامی شردھانند کی شدھی سنگھٹن تحریک اپنا اثر دکھانے لگی تھی اس تحریک کے اثرات زائل کرنے کے لئے سید سلیمان ندوی نے بھرپور جدوجہد کی اور اس تحریک کے حوالے سے ہندوؤں بالخصوص مالو یہ گروپ کے لوگوں کے عزائم کو ناکام بنا کر مسلمانوں کے اسلامی تشخص اور جداگانہ تعلیمات کی حفاظت کی۔

۱۱۔ نومبر ۱۹۳۶ء میں مولانا شوکت علی مرحوم اور فقیہ الامت مولانا کفایت اللہ دہلوی کے اصرار پر آپ نے آل انڈیا فلسطین کانفرنس کی صدارت کی۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب سلیمان نمبر معارف میں تحریر کرتے ہیں کہ سید صاحب نے اس میں جو خطبہ پڑھا وہ دنیائے اسلام میں مقبول ہوا۔ مصر، شام کے اخبارات نے اس کے ترجمے چھاپے۔ مجلس اعلیٰ فلسطین کے صدر مفتی سید امین الحسینی نے خاص طور پر تار کے ذریعے آپ کا شکریہ ادا کیا۔

اس موقع پر ایک دہلوی اہل قلم نے ۵۷ صفحے کا رسالہ ''علامہ سلیمان ندوی کی قرآنی غلطیاں'' کے عنوان سے لکھ کر عین کانفرنس کے موقع پر تقسیم کیا اور الزام لگایا کہ ان کی تحریروں سے الحاد و اہمال کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں۔ دسمبر ۱۹۳۶ء کے معارف ہیں آپ نے ان اعتراضات کا مدلل جواب تحریر فرمایا اور اس شبہ کا اظہار بھی کیا کہ رسالہ کسی اور کے اشارہ پر لکھا یا غالباً لکھوایا گیا ہے۔

علمی خدمات کا مختصر جائزہ: علامہ سید سلیمان ندوی اعلیٰ درجہ کے مورخ سوانح

نگار، دانشور اور سفر نامہ نویس تھے، وہ شاعرانہ تنقید میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ سیرت النبی ﷺ آپ کا محبوب و پسندیدہ موضوع تھا اسی لئے آپ نے علامہ شبلی نعمانیؒ کی کتاب سیرت النبی ﷺ کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ تکمیل تک پہنچایا جس کی نظیر نہیں ملتی، بقول مولانا گیلانی:۔

> نام سیرۃ النبی ﷺ ہے ورنہ دراصل انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (یعنی اسلام کا دائرۃ المعارف) ہے۔

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس مدراس کی جانب سے خطبات کی دعوت ملی تو آپ نے نبی کریم ﷺ کی سیرت پر خطبات دیئے جو کہ خطبات مدراس کے نام سے شائع بھی ہوا۔ آج بھی خطبات مدراس کی اہمیت مسلمہ ہے۔ عیسائیوں کے اس اعتراض کے جواب میں کہ ''مسلمانوں کا خدا تو بڑا قاہر ہے''۔ ایک رسالہ ''بشریٰ'' نامی تحریر فرمایا یہ آپ کے ابتدائی رسائل میں سے ہے۔ لیکن اس کا حسن استدلال اس کی اثر آفرینی اور خود مصنف کے سوز و درد کی چاشنی ایسی ہے کہ یہ آخری دور کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔

مستشرقین یورپ نے نبی کریم ﷺ کے خلاف علمی محاذ قائم کر رکھا تھا، اس زمانہ میں آپ نے ایک مختصر رسالہ ''رسول وحدت'' کے نام سے تحریر فرمایا جس میں وحدت الٰہی، وحدت کتاب، وحدت انسانیت اور آخر میں دین و دنیا کی وحدت کو نہایت مدلل اور موثر انداز میں پیش کر کے پیغام محمدی ﷺ کی طرف دعوت دی گئی تھی۔ آپ نے ۱۹۱۰ء میں سیرت عائشہ صدیقہؓ تحریر کیا۔ ''عربوں کی جہاز رانی'' اس کتاب میں آپ نے عربوں کی عہد وسطیٰ کی جہاز رانی کے بارے میں وافر اور اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ یورپ نے مشہور فلسفی عمر خیام کے فلسفہ کو بہت ہی مسخ کر کے غلط رنگ میں پیش کیا تھا۔ سید سلیمان ندوی نے اولاً عمر خیام پر ایک مقالہ دسمبر ۱۹۳۰ء کی اورینٹل کانفرنس منعقدہ پٹنہ میں پیش کیا پھر بعد میں اس کو بڑھا کر ''خیام'' کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع فرمایا۔ اس میں خیام کے فلسفیانہ مقالات کی روشنی میں اسکی فارسی رباعیات کو سمجھایا گیا، جو اپنی گہرائی اور دقت پسندی کے علاوہ عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے عام فلاسفہ

کے فہم سے بالاتر تھے اور جن کو نہ جاننے کی وجہ سے مشرق و مغرب کا ہر کس و ناکس خیام کی من مانی تعبیر کر رہا تھا۔ اس کتاب کے شائع ہونے سے مستشرقین یورپ جن کو اپنی ریسرچ پر بڑا ناز تھا۔ انہوں نے تسلیم کر لیا کہ خیام کی اس سے مستند اور صحیح تعبیر آج تک کسی نے نہیں کی۔ شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے اس کتاب کی تعریف اپنے ایک مکتوب میں اس طرح کی ہے:

> عمر خیام پر آپ نے جو کچھ لکھ دیا ہے اس پر اب کوئی مشرقی یا مغربی عالم اضافہ نہ کر سکے گا الحمد للہ کہ اس بحث کا خاتمہ آپ کی تصنیف پر ہوا۔(۹)

اس کتاب کی عظمت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ فردوسی کی ہزار سالہ برسی کے موقع پر افغانستان نے ایران کو جو تحائف بھیجے تھے ان میں آپ کی تحریر کردہ کتاب ''خیام'' بھی شامل تھی۔ آپ خود اپنی اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

> میں نے تو یہ کتاب محض اس اظہار کے لئے پیش کی تھی کہ اہل مغرب کو معلوم ہو جائے اُن کو جس ریسرچ پر ناز ہے مشرقی علماء اس میں ان سے کسی طرح پیچھے نہیں۔ خدا کا شکر ہے ایسا ہی ہوا۔(۱۰)

۱۹۱۹ء میں آپ کے مضامین کا مجموعہ ''نقوش سلیمانی'' کے نام سے شائع ہوا جس کا ایک ایک مضمون علمی، ادبی اور تاریخی لحاظ سے ریسرچ کی اعلیٰ یادگار ہیں۔

آپ کی ایک یادگار تصنیف ''حیات شبلی'' بھی ہے جو ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئی یہ نہ صرف آپ کے استاذ علامہ شبلی نعمانیؒ کی سوانح عمری ہے بلکہ ہندوستان کی ادبی اور تعلیمی سرگرمیوں کی سو سالہ تاریخ بھی ہے۔

۱۔ آپ کی ایک عظیم تصنیف ''ارض القرآن'' بھی ہے۔ اس تاریخی کتاب کو ضبط تحریر میں لا کر علامہ سید سلیمان ندوی نے اس حقیقت کو ثابت کیا ہے کہ تہذیب انسان کا گہوارہ ہے ''وادی ام القریٰ'' یعنی مکہ کی وادی۔ یہی وہ وادی ہے، جہاں سے حضرت آدم اور حوا کے ذریعہ انسانوں نے دنیا کے ہر گوشے میں ہجرت کی آپ

نے ڈارون Darwan کے فلسفہ ارتقاء Theory of Evolution کو رد کردیا کہ انسان اشرف المخلوقات نہیں ہے، بلکہ عام حیوانوں کی طرح ایک حیوان ہے جو ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچا ہے۔ آپ نے ثابت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام وحشی یا جنگلی نہیں بلکہ اہل علم تھے اور ان کی اشرفیت کی بنیاد علم ہی پر رکھی گئی تھی اور پہلا انسان گونگا بھی نہیں تھا بلکہ بولنا جانتا تھا اور بولنے کے لئے حرف وصوت کا خزانہ اپنے پاس رکھتا تھا۔ وہ خلیفۃ فی الاض تھا۔(۱۱)

مکاتیب اقبال جلد اول میں مفکر اسلام علامہ اقبال کے ستر ۷۰ خطوط وہ ہیں جو انہوں نے سید سلیمان ندوی کے نام لکھے تھے، ان میں علامہ نے مسئلہ زمان ومکان، ختم نبوت، حقیقت وحی، قرآن میں ناسخ ومنسوخ اور اسلام میں خلیفہ کے اختیارات وغیرہ جیسے چوٹی کے فلسفیانہ اور متکلمانہ قرآن اور فقہی مسائل میں استفادہ کیا اور ہر بار اعتراف کیا کہ:

مولانا شبلی کے بعد آپ استاذ الکل ہیں

ایک اور موقعہ پر علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ:

”علوم اسلامی کی جوئے شیر کا فرہاد آج ہندوستان میں سوائے سلیمان ندوی کے اور کون ہے“(۱۲)

سید صاحب ایک عظیم قانون دان بھی تھے۔ قوانین جدیدہ اور فقہ اسلامی پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔

حیدرآباد دکن کے محکمہ قانون نے آپ کو قانون دانوں اور ججوں کی ایک خاص کمیٹی کا صدر بنا کر ”جدید قانون ٹارٹ“ The Law of Tort کا اردو ترجمہ کرنے کی ذمہ داری عائد کی۔ آپ نے نہایت احسن طریقے سے اس کام کو انجام دیا۔ سید صاحب بھوپال اسٹیٹ کے قاضی القضاۃ Chief Justice کے عہدے پر ۱۹۴۶ء تا ۱۹۴۹ء فائز رہے۔ اسٹیٹ ہائی کورٹ کی اپیل آپ کے سامنے پیش ہوتی تھی۔ اس دوران سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مقدمات کا

فیصلہ کیا۔ آپ کے قانونی فیصلے چشم کشا بھی ہیں اور دلکشا بھی۔

آپ کی ہمہ گیر علمی شخصیت کے اعتراف میں علی گڑھ یونیورسٹی نے ۱۹۴۱ء میں آپ کو ڈی لٹ کی ڈگری سے نوازا اور سینیٹ کا ممبر بنانے میں بھی عزت محسوس کی اس کے علاوہ دار العلوم دیوبند نے بھی آپ کو مجلس شوریٰ کی رکنیت عطاء کی۔ آپ پاکستان آنے تک ان دونوں اداروں کے مشیر اور معاون رہے۔

۱۹۴۹ء میں قرارداد مقاصد منظور ہونے کے بعد دستور پاکستان کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے ایسے ماہرین قانون کی ضرورت محسوس کی گئی جو جدید دستور و قانون سے باخبر اور کتاب وسنت کا پختہ عالم ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لئے حکومت پاکستان نے پانچ جید علماء پر مشتمل ایک بورڈ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس بورڈ کی رہنمائی کے لئے وزیراعظم پاکستان لیاقت علی خان اور وزیر داخلہ خواجہ شہاب الدین کی نظر انتخاب علامہ سید سلیمان ندویؒ پر پڑی، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی اس انتخاب کی تائید کی۔ حکومت پاکستان نے دعوت نامہ ارسال کردیا، جس میں آپ کو مجوزہ بورڈ کی صدارت کی پیش کش کی گئی تھی۔ جواباً آپ نے بورڈ کے کام کی تفصیل اور اپنے اختیارات کی وضاحت طلب کی تو حکومت نے آپ کو ڈیڑھ ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ کی لالچ دینا چاہا۔ آپ نے سخت لب و لہجے میں لکھا کہ مشاہرہ کوئی جاذبیت نہیں رکھتا۔ حکومت کا مقصد واقعی کام کرنا ہے یا نام سے فائدہ اٹھانا۔ اس جواب کے بعد سلسلہ مراسلت بند ہوگیا۔

اگست ۱۹۴۹ء میں آپ حج کے لئے تشریف لے گئے، ۲۹ دسمبر کو آپ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد ہندوستان واپس تشریف لے آئے تو لیاقت علی خانؒ نے مولانا احتشام الحق تھانویؒ صاحب کو ہندوستان بھیجا کہ وہ آپ کو پاکستان کی تمام صورت حال سے آگاہ کریں اور حکومت کی نیک نیتی کا یقین دلائیں۔ آپ قیام پاکستان کے وقت مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم سے دلبرداشتہ تو تھے ہی اس کے علاوہ آپ کے بڑے داماد سید ابو عاصم ایڈوکیٹ ۱۹۴۸ء میں پاکستان آچکے تھے آپ کو اپنی چہیتی بیٹی جوان دنوں علیل تھیں اور نواسوں، نواسیوں

سے ملنے کا بھی اشتیاق تھا۔ ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے عارضی طور پر پاکستان آنے کا ارادہ کرلیا۔ وزیراعظم ہندوستان نے آپ سے ہندوستان میں رہنے کی درخواست کی، لیکن اس کے باوجود آپ چند روزہ قیام کی نیت سے ۱۹۵۰ء میں پاکستان تشریف لے آئے۔ یہاں کے مخصوص حالات اور دوست احباب کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے پاکستان کو اپنا وطن بنانے کا فیصلہ کرلیا۔ دسمبر ۱۹۵۰ء میں اپنے اہل وعیال کو بھی پاکستان بلوالیا۔

ہجرت کا محرک تو اسلامی تعلیمات بورڈ کی رہنمائی تھی۔ مگر آپ نے بورڈ کی صدارت قبول نہیں فرمائی اس کی وجہ یہ تھی کہ جو بات مراسلات کے ذریعے تشنہ رہ گئی تھی وہ وزیراعظم لیاقت علی خان سے بالمشافہ طئے نہ پاسکی یعنی شرائط تقرر اور تفصیلات کار کا تعین۔ لیکن اس کے باوجود آپ علم وعمل سے اہل پاکستان کو سیراب کرتے رہے۔

☆ آپ کی دلی خواہش تھی کہ پاکستان میں بھی دارالمصنفین اعظم گڑھ کی طرز پر ایک ادارہ قائم ہو چنانچہ آپ نے مسجد باب الاسلام آرام باغ کی ایک دوکان میں ''مکتبہ الشرق'' کے نام سے ایک مکتبہ قائم کیا۔ مگر وہ مقام حاصل نہ کرسکا۔

☆ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات کے بعد علماء کرام کے بے حد اصرار پر آپ نے ۱۹۵۲ء میں جمعیت علماء اسلام کی صدارت قبول فرمائی۔

☆ ۱۹۵۰ء کے اواخر میں دستور کو اسلامی بنانے کے لئے وزیراعظم لیاقت علی خان نے لاء کمیشن کے قیام کا اعلان کیا جس کے تین ارکان جسٹس رشید، جسٹس میمن کے علاوہ سید سلیمان ندوی کو بھی منتخب کیا گیا۔ اس کمیشن کے قیام کے بعد آپ نے اسلامی تعلیمات بورڈ میں بھی شرکت فرمائی۔

☆ ۱۹۵۱ء میں آل پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے رکن بنائے گئے اور اس کے پہلے اجلاس منعقدہ کراچی کے شعبہ تاریخ اسلام کی صدارت فرمائی اور ۱۹۵۳ء میں سوسائٹی کے جنرل سیشن منعقدہ ڈھاکہ کی صدارت کو زینت بخشی۔

☆ ۱۹۵۲ء کے بعد آپ کو زندگی نے صرف تین سال کی مہلت دی، ۲۳ نومبر ۱۹۵۳ء کو خالق حقیقی سے جا ملے، مگر اس تین سال کے قلیل عرصے میں آپ نے جو خدمات انجام دیں وہ پاکستان کی تاریخ کا نا قابل فراموش حصہ ہیں۔

گورنمنٹ اسلامیہ آرٹس/ کامرس کالج کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ اس کے احاطے میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حواشی وحوالہ جات

۱۔ فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر قاری مشاہیر علماء، فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی اردو بازار، لاہور، ج/۱، ص/۱۹۸
۲۔ بخاری، حافظ محمد اکبر شاہ، اکابر علماء دیو بند ادارہ، اسلامیات لاہور، ص/۱۴۹
۳۔ ندوی، سید سلیمان حیات شبلی
۴۔ سید سلیمان ندوی، ایڈیٹر کی حیثیت سے، صدق جدید، ۲۲ جنوری ۱۹۵۴ء
۵۔ صدق جدید، سید سلیمان ندوی ایڈیٹر کی حیثیت سے، ۲ جنوری ۱۹۵۴ء
۶۔ ماہنامہ چراغ راہ، کراچی ۱۹۵۴ء
۷۔ فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر قاری، مشاہیر علماء، ج ا، ص ۱۹۸
۸۔ مکاتیب اقبال
۹۔ مکاتیب اقبال
۱۰۔ تذکرہ سلیمان، غلام محمد
۱۱۔ انیس الرحمٰن ایڈوکیٹ، علامہ سید سلیمان ندوی، ص ۸۵
۱۲۔ مکاتیب اقبال

تحقیقی مقالات کی ترتیب، تدوین و تیاری کے اصول

(ایم اے، پی ایچ ڈی اور تخصص کے مقالہ و مضامین لکھنے والے
ریسرچ اسکالرز کے لئے جامع و مانع رہنما کتاب)

ترجمہ

كيف تكتب بحثا أو رسالة دراسة منهجية

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر احمد شلبی الازہری

(استاذ جامعۃ الازہر، جامعہ قاہرہ، کیمرج یونیورسٹی برطانیہ)

مترجمین

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی	پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمٰن
پرنسپل قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج	سابق پروفیسر بہاول پور یونیورسٹی

سپروائزر ایم فل/ پی ایچ ڈی ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان
وفاقی اردو یونیورسٹی۔ کراچی یونیورسٹی۔ ہمدرد یونیورسٹی
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی

مطبوعہ مئی ۲۰۰۸ء